18اپریل1961

از عدالت الاعظمیٰ

رام چندرا پرساد
بنام
ریاست بہار

(کے سبّا راؤ اور راگھوبر دیال، جسٹسز)

فوجداری مقدمہ۔ بدعنوانی۔ خصوصی جج۔ علاقائی دائرہ اختیار۔عیب، اگر قابل مداوا ہو۔ جرم کے طور پر مفروضہ۔ چاہے قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار۔ بدعنوانی کی روک تھام کا قانون، 1947(II آف1947)، دفعہ 4اور 5(2)۔ فوجداری قانون ترمیم قانون، 1952 (XLVI آف 1952)، دفعہ7، 8اور 10۔ ضابطہ فوجداری، 1898(5 آف 1898)، دفعہ 526اور531۔ آئین ہند، آرٹیکلز 216اور 145(3)۔

اپیل کنندہ نے ایک ٹھیکیدار سے 10,000 روپے کی رقم قبول کی۔اسے دھنباد میں مجسٹریٹ کے سامنے چیلنج کیا گیا تھا؛لیکن اپیل کنندہ کی درخواست پر ہائی کورٹ نے کیس منصف مجسٹریٹ، پٹنہ کو منتقل کر دیا۔اس کے بعد فوجداری قانون میں ترمیم ایکٹ، 1952 نافذ ہوا جس نے دفعہ 161 انڈین پینل کوڈ اور دفعہ 5(2) بدعنوانی کی روک تھام کا قانون کے تحت ہر جرم کو صرف اس علاقے کے خصوصی جج کے ذریعے قابل سماعت بنا دیا جس کے اندر اس کا ارتکاب کیا گیا تھا۔اپیل کنندہ کا مقدمہ پٹنہ کے خصوصی جج کو بھیج دیا گیا جس نے اسے دفعہ 161 اور دفعہ 5(2) دونوں کے تحت مجرم قرار دیا۔اپیل کنندہ نے دعویٰ کیا:(1) کہ پٹنہ کے خصوصی جج کو اپیل گزار پر مقدمہ چلانے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا کیونکہ یہ جرم دھنباد کے خصوصی جج کے علاقے میں کیا گیا تھا اور(2) کہ بدعنوانی کی روک تھام کے

قانون 1947 کی دفعہ 4 میں موجود مفروضے سے متعلق دفعات آئین کے آرٹیکل 21 کو مجروح کرتی ہیں۔

مانا گیا کہ سزا کے حکم کو اس بنیاد پر کالعدم نہیں کیا جا سکتا کہ پٹنہ کے خصوصی جج کے پاس مقدمے کی سماعت کے لیے کوئی علاقائی دائرہ اختیار نہیں تھا کیونکہ انصاف کی کوئی ناکامی نہیں ہوئی تھی۔ دفعہ 531 ضابطہ فوجداری خصوصی ججوں کے ٹرائلز پر لاگو ہوتا تھا۔ ہائی کورٹ کے پاس ضابطہ اخلاق کی دفعہ 526 کے تحت کسی معاملے کو ایک خصوصی جج سے دوسرے جج کو منتقل کرنے کا اختیار بھی تھا، اور کیس کو پٹنہ کے خصوصی جج کو منتقل کرنے کے باضابطہ حکم کو خارج کرنے سے اپیل گزار کو کوئی تعصب نہیں ہوا تھا۔

مزید کہا گیا کہ بدعنوانی کی روک تھام کے قانون کی دفعہ 4 کے ذریعے طے شدہ طریقہ کار، جسے پارلیمنٹ نے نافذ کیا تھا، نے قانون کے ذریعے قائم کردہ طریقہ کار کا تعین کیا۔ یہ سوال کہ دفعہ 4 نے آئین کے آرٹیکل 21 کو مجروح کیا، آرٹیکل 145(3) کے معنی میں آئین کی تشریح کے حوالے سے کوئی ٹھوس سوال نہیں تھا اور اسے پانچ ججوں کے بینچ کے پاس بھیجنا ضروری نہیں تھا۔

اے کے گوپالان بنام ریاست مدراس، (1950) ایس سی آر 88 کے بعد میں آیا۔

فوجداری اپیل کا دائرہ اختیار : 1959 کی فوجداری اپیل نمبر 168۔

1953 کی فوجداری اپیل نمبر 580 میں پٹنہ ہائی کورٹ کے 10 ستمبر 1958 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے بی بی تواکلی اور آر سی پرساد۔

جواب دہندہ کے لیے اے کے دت اور ایس پی ورما۔

18 اپریل 1961 عدالت کا فیصلہ بذریعہ سنایا گیا۔

جسٹس رگھوبر دیال ۔ یہ اپیل، خصوصی اجازت کے ذریعے، پٹنہ ہائی کورٹ کے اس حکم کے خلاف ہے جس میں اپیل کنندہ کی دفعہ 161، تعزیرات ہند اور بدعنوانی کی روک تھام کے قانون 1947 (ایکٹ II آف 1947) کی دفعہ 5(2) کے تحت جرائم کے لیے اس کی سزا کے خلاف اپیل کو مسترد کیا گیا تھا، جسے اس کے بعد ایکٹ کہا جاتا ہے۔

اپیل کنندہ سندری میں تعمیراتی انجینئر تھا۔ آر بی باسو کلکتہ میں رہنے والا ایک ٹھیکیدار تھا اور ہندوستان انجینئرنگ اینڈ کنسٹرکشن کمپنی کے نام سے کمپنی کا کاروبار چلا رہا تھا۔ استغاثہ نے الزام لگایا، اور نیچے کی عدالتوں نے پایا ہے کہ اپیل کنندہ نے 18 جولائی 1951 کو دھنباد ریلوے اسٹیشن پر کیلر کے ریستوراں میں باسو سے 10,000 روپے کی رقم غیر قانونی تسکین کے طور پر قبول کی تھی۔

عدالتوں نے اپیل کنندہ کے اس دفاع پر یقین نہیں کیا کہ اس نے اس رقم پر مشتمل لفافہ یہ جانتے ہوئے نہیں لیا تھا کہ اس میں یہ رقم موجود ہے، بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ اس میں باسو کے معاہدوں سے متعلق کاغذات موجود ہیں۔

اپیل کنندہ کی جانب سے اٹھائے گئے دلائل یہ ہیں :

(i) کہ ایکٹ کے دفعہ 4 میں موجود مفروضے سے متعلق دفعات غیر آئینی ہیں؛ (ii) کہ اس کیس کی سماعت خصوصی جج نے کی تھی جس کے پاس اس پر مقدمہ چلانے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا؛ (iii) کہ ملزم کے رشوت کا مطالبہ کرنے اور رقم کو غیر قانونی تسکین کے طور پر قبول کرنے کے بارے میں باسو کے بیان کی کوئی مناسب تصدیق نہیں ہوئی تھی۔

ایکٹ کے دفعہ 4 کی آئینی حیثیت پر اس بنیاد پر سوال اٹھایا گیا کہ یہ آئین کے آرٹیکل 21 کی دفعات کے خلاف ہے جس میں کہا گیا ہے :

"کسی بھی شخص کو اس کی زندگی یا ذاتی آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار کے۔"

ہم اس سوال کو آرٹیکل 145(3) کے مقصد کے لیے قانون کا ایک ٹھوس سوال نہیں سمجھتے، جس میں کہا گیا ہے کہ آئین کی تشریح کے حوالے سے قانون کے ٹھوس سوال سے متعلق کسی بھی معاملے کا فیصلہ کرنے کے مقصد کے لیے بیٹھنے والے ججوں کی کم از کم تعداد پانچ ہوگی، اس خیال کے پیش نظر کہ آرٹیکل 21 میں لفظ ''قانون'' ریاست کے بنائے ہوئے قانون سے مراد ہے نہ کہ مثبت قانون سے۔ اے کے گوپالان بنام ریاست مدراس ((1950) ایس سی آر 88) میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ آرٹیکل 21 میں، لفظ

''قانون'' کو ریاستی ساختہ قانون کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے نہ کہ قانون کے مساوی کے طور پر جو تجریدی یا عام معنوں میں قدرتی انصاف کے اصولوں پر مشتمل ہے، اور قانون کے ذریعے قائم کردہ طریقہ کار کا مطلب ریاست کے ذریعے بنائے گئے قانون کے ذریعے قائم کردہ طریقہ کار ہے، یعنی مرکزی پارلیمنٹ یا ریاستوں کی قانون سازوں کے ذریعے۔ دفعہ 4 پارلیمنٹ کے ذریعے نافذ کی گئی ہے اور اس لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں دیا گیا ہے وہ قانون کے ذریعے قائم کردہ طریقہ کار ہے۔

اپیل کنندہ پر پٹنہ کے خصوصی جج نے مقدمہ چلایا۔ یہ جرم من بھوم ضلع کے دھنباد میں انجام دیا گیا۔ یہ مقدمہ دھنباد کے مجسٹریٹ کے پاس چلایا گیا۔ ملزم کی درخواست پر ہائی کورٹ نے اسے پٹنہ میں منیف مجسٹریٹ کی عدالت میں منتقل کر دیا۔ منتقلی کے اس حکم کے بعد، فوجداری قانون ترمیم ایکٹ، 1952 (ایکٹ XLVI آف 1952) 28 جولائی 1952 کو نافذ ہوا۔ اس کے بعد کیس فوجداری قانون ترمیم ایکٹ کے دفعہ 10 کے پیش نظر پٹنہ کے خصوصی جج کے پاس بھیج دیا گیا۔ اپیل کنندہ کی دلیل یہ ہے کہ منبھوم میں خصوصی جج موجود تھا اور وہ اکیلے ہی اس مقدمے کی سماعت کر سکتے تھے۔ فوجداری قانون ترمیم ایکٹ کا دفعہ 7 میں پڑھا جا سکتا ہے :

(1) ضابطہ فوجداری، 1898، یا کسی دوسرے قانون میں موجود کسی بھی چیز کے باوجود، دفعہ 6 کی ذیلی دفعہ (1) میں مذکور جرائم کی سماعت صرف خصوصی ججوں کے ذریعے کی جائے گی۔

(2) دفعہ 6 کی ذیلی دفعہ (1) میں مذکور ہر جرم کی سماعت خصوصی جج کے ذریعے اس علاقے کے لیے کی جائے گی جس کے اندر اس کا ارتکاب کیا گیا تھا، یا جہاں ایسے علاقے کے لیے ایک سے زیادہ خصوصی جج ہوں، ان میں سے کسی ایک کے ذریعے جو ریاستی حکومت کے ذریعے اس سلسلے میں متعین کیا جائے۔

(3) کسی بھی مقدمے کی سماعت کرتے وقت، ایک خصوصی جج دفعہ 6 میں مذکور جرم کے علاوہ کسی اور جرم کی بھی سماعت کر سکتا ہے جس کے ساتھ ملزم پر ضابطہ فوجداری 1898 کے تحت اسی مقدمے میں فرد جرم عائد کی جا سکتی ہے۔

ذیلی دفعہ (1) دفعہ 161، تعذیرات ہند اور ایکٹ کی دفعہ 5(2) کے تحت جرائم کو صرف ایک خصوصی جج کے ذریعے قابل سماعت بناتی ہے۔ اپیل کنندہ پر قانون کے تحت مقرر کردہ خصوصی جج کے ذریعے مقدمہ چلایا گیا ہے۔ اس کی شکایت اس عدالت کی اہلیت کے حوالے سے نہیں ہے جس نے اس پر مقدمہ چلایا تھا، بلکہ ٹرائل کورٹ کے حوالے سے ہے جس کے پاس اس پر مقدمہ چلانے کا کوئی علاقائی

دائرہ اختیار نہیں ہے، کیونکہ دفعہ 7 کی ذیلی دفعہ (2) میں کہا گیا ہے کہ اس طرح کے جرائم کی سماعت اس علاقے کے خصوصی جج کے ذریعے کی جائے گی جس میں وہ کیے گئے تھے۔ یہ جرائم منبھوم کے خصوصی جج کے علاقائی دائرہ اختیار میں انجام دیے گئے تھے اور اس لیے ان کے ذریعے ہی مقدمہ چلایا جا سکتا تھا۔ اس لیے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پٹنہ کے خصوصی جج کے پاس اس کیس کی سماعت کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔

فوجداری قانون ترمیم قانون کی دفعہ 8 کی ذیلی دفعہ (3) میں کہا گیا ہے :

" ذیلی دفعہ (1) یا ذیلی دفعہ (2) کے علاوہ، ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعات، جہاں تک وہ اس ایکٹ سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں، خصوصی جج کے سامنے کی کارروائی پر لاگو ہوں گی اور مذکورہ دفعات کے مقاصد کے لیے، خصوصی جج کی عدالت کو جیوری کے بغیر یا تشخیص کاروں کی مدد کے بغیر مقدمات کی سماعت کرنے والی کورٹ آف سیشن سمجھا جائے گا اور خصوصی جج کے سامنے مقدمہ چلانے والا شخص پبلک پراسیکیوٹر سمجھا جائے گا۔

اس کے بعد فوجداری ضابطہ اخلاق کی دفعہ 526 کی دفعات جو ہائی کورٹ کو کسی بھی مقدمے کو اس کے ماتحت فوجداری عدالت سے کسی دوسری عدالت میں منتقل کرنے کا اختیار دیتی ہیں، کسی بھی خصوصی جج کے سامنے کیس پر لاگو ہوتی ہیں۔ اگر یہ مقدمہ فوجداری قانون ترمیم قانون کے نافذ ہونے پر خصوصی جج منبھوم کی عدالت میں منتقل کیا جاتا تو یہ ہائی کورٹ کے لیے کھلا ہوتا کہ وہ کیس کو اس عدالت سے خصوصی جج، پٹنہ کی عدالت میں منتقل کرے۔ اپیل کنندہ کی درخواست پر کیس دھنباد سے پٹنہ منتقل کیا گیا تھا۔ پٹنہ کے مقدمے کی سماعت کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپیل گزار کو کسی بھی طرح سے تعصب کا شکار کیا ہے۔ اس کیس کو منبھوم کے خصوصی جج کو باضابطہ طور پر بھیجنے اور ہائی کورٹ کے اسے پٹنہ کے خصوصی جج کی عدالت میں منتقل کرنے کے باضابطہ حکم کی محض غلطی نے، ہماری رائے میں، اپیل گزار کو کسی بھی طرح سے تعصب کا شکار نہیں کیا ہے۔ جب 23 اکتوبر 1952 کو خصوصی جج، پٹنہ کے ذریعے مقدمہ اٹھایا گیا تو ملزم کے ساتھ ساتھ پبلک پراسیکیوٹر نے بھی مقدمے کی نئی سماعت کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت مقدمے کی سماعت کے لیے عدالت کے دائرہ اختیار پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس طرح کا اعتراض خصوصی جج کے سامنے دلائل کے وقت لیا گیا تھا اور اس نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ اس طرح کا اعتراض ہائی کورٹ کے سامنے اس وقت نہیں اٹھایا گیا جب اپیل کنندہ کی اپیل کی پہلی سماعت 1955 میں ہوئی تھی یا اس عدالت میں جب ریاست بہار نے ہائی کورٹ کے حکم کے خلاف

اپیل کی تھی۔ یہ سب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اپیل کنندہ نے پٹنہ میں مقدمے کی سماعت سے تعصب محسوس نہیں کیا۔

ضابطہ فوجداری کی دفعہ 531 کے پیش نظر، خصوصی جج، پٹنہ کے حکم کو اس بنیاد پر رد نہیں کیا جانا چاہیے کہ اس کے پاس اس مقدمے کی سماعت کے لیے کوئی علاقائی دائرہ اختیار نہیں ہے، جب کہ حقیقت میں انصاف کی کوئی ناکامی نہیں ہوئی ہے۔ اپیل کنندہ کی طرف سے یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 531 دفعہ 7 کی ذیلی دفعہ (1) اور فوجداری قانون ترمیم ایکٹ کی دفعہ 10 کے پیش نظر اس معاملے پر لاگو نہیں ہوتی ہے۔ ہم متفق نہیں ہیں۔ سابقہ شق صرف یہ بتاتی ہے کہ اس طرح کے جرائم کی سماعت خصوصی ججوں کے ذریعے کی جائے گی اور اس شق کے خلاف کارروائی نہیں کی گئی ہے۔ دفعہ 10 صرف یہ فراہم کرتا ہے کہ دفعہ 7 کے تحت خصوصی جج کے ذریعے زیر سماعت اور ایکٹ کے آغاز سے فورا پہلے مجسٹریٹ کے سامنے زیر التوا مقدمات ایسے مقدمات پر دائرہ اختیار رکھنے والے خصوصی جج کو مقدمے کی سماعت کے لیے ارسال کیے جائیں گے۔ اس دفعہ میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے فوجداری ضابطہ اخلاق کی دفعہ 531 کا اطلاق نہ ہو۔

اس لیے ہماری رائے ہے کہ اپیل گزار کو سزا سنانے والے خصوصی جج کے حکم کو محض اس بنیاد پر رد نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے پاس اس مقدمے کی سماعت کے لیے کوئی علاقائی دائرہ اختیار نہیں تھا۔

غور کے لیے آخری تنازعہ یہ ہے کہ آیا باسو کے بارے میں ملزم نے 10,000 روپے رشوت کا مطالبہ کیا اور اسے 18 جولائی 1951 کو کیلر ریفریشمنٹ روم، دھنباد ریلوے اسٹیشن پر قبول کیا۔

ہم مختصر طور پر باسو کی طرف سے اس سلسلے میں بیان کردہ اہم حقائق کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اپیل کنندہ دسمبر 1950 میں کلکتہ گیا تھا، باسو کے گھر گیا تھا اور اسے 10,000 روپے رشوت دینے کو کہا تھا۔ کسی دوسرے گواہ کی گواہی سے اس بیان کی کوئی براہ راست تصدیق نہیں ہے۔ باسو کے ایک ملازم کانجی لال نے اپنے مالک کی ہدایت پر مئی 1951 میں اپیل گزار سے ملاقات کی، اس سے پوچھا کہ کیا وہ وہ رقم قبول کرے گا جس کا اس نے دسمبر میں مطالبہ کیا تھا اور ابھی تک اسے ادا نہیں کیا گیا تھا، اور اسے جواب ملا کہ رقم قابل قبول ہوگی۔ اس نے یہ معلومات باسو کو پہنچائیں۔ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک کچھ نہیں کیا گیا اور پھر بھی، ادائیگی کرنے کے لیے نہیں، بلکہ حکام کو مطلع کرنے کے لیے۔

جون 1951 میں باسو نے مسٹر کے این مکھرجی، پی ڈبلیو 3، اس وقت کے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، اسپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ کو ملزم کے رشوت کے مطالبے کے بارے میں مطلع کیا اور اس کی

درخواست پر اسے 18 جون کا خط، نمائش 11/1 پہنچایا۔ انہوں نے اس خط میں دسمبر 1950 میں کیے گئے مطالبے کا ذکر کیا، لیکن مئی کے مہینے میں اپیل کنندہ کی جانب سے رقم قبول کرنے کے لیے آمادگی کے اظہار کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔

مسٹر مکھرجی نے جال بچھانے کے لیے اقدامات کیے اور مسٹر ایس پی مکھرجی، پی ڈبلیو 1 کو تعینات کیا۔

کانجی لال نے 14 جولائی کو اپیل گزار سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ دھنباد ریلوے اسٹیشن جائے گا جب باسو بھی وہاں پہنچ رہے ہوں گے اور وہاں رقم ادا کی جائے گی اور اس ملاقات کی تاریخ بعد میں بتائی جائے گی۔ باسو کو کلکتہ میں اس انتظام کے بارے میں بتایا گیا۔ اس نے اپنی باری میں حکام کو اطلاع دی۔ اس مقصد کے لیے 18 جولائی مقرر کی گئی تھی۔ کانجی لال نے 16 جولائی کو ٹیلی فون کے ذریعے اپیل گزار کو مطلع کیا کہ میٹنگ 18 تاریخ کو ہوگی اور باسو دوپہر تقریبا 5 بجے طوفان ایکسپریس کے ذریعے دھنباد پہنچیں گے۔ ٹریپ کے انتظامات مکمل ہو گئے اور ٹریپ پارٹی 18 جولائی کو طوفان ایکسپریس کے ذریعے دھنباد پہنچی۔ کانجی لال خود 18 جولائی کی صبح سندری گئے اور اپیل گزار کو اس انتظام کی تصدیق کی۔ اپیل کنندہ تقریباً شام 5 بجے دھنباد ریلوے اسٹیشن بھی پہنچا۔

ٹریپ پارٹی کے ارکان کیلنر ز ریستوراں کے ریفریشمنٹ روم کے کونوں میں مختلف میزوں پر بیٹھ گئے۔ باسو، اپیل کنندہ کے ساتھ وہاں پہنچی اور دوسری میز پر بیٹھ گئی۔ تازگی لی گئی۔ اس کے بعد باسو نے اپیل گزار کے ساتھ معاہدے کے معاملات پر بات کی، اس کے قریب چلا گیا، اس کی چھتری سے فائل نکالی اور پھر کچھ بات چیت کے بعد 10,000 روپے کے کرنسی نوٹوں پر مشتمل لفافہ نکالا جس کا ایک لمبا کنارہ تھا۔ یہ لفافہ اپیل گزار کو منتقل کر دیا گیا۔ باسو کا کہنا ہے کہ اس نے اس وقت ایک بیان دیا تھا کہ 10,000 روپے تھے، جو وہ ابھی تک اپیل کنندہ کو ادا نہیں کر سکے۔ اپیل کنندہ نے لفافہ لیا اور اسے اپنی پتلون کی جیب میں ڈال دیا۔ ٹریپ پارٹی نے رشوت کی رقم ادا کیے جانے کا اشارہ ملنے کے بعد اپیل کنندہ کو گھیر لیا اور اس سے لفافہ حاصل کیا۔ اس میں وہی کرنسی نوٹ پائے گئے جن کے نمبر پہلے مجسٹریٹ مسٹر مہادیون نے نوٹ کیے تھے۔

کانجی لال کی حالت کی اس پیغام کے بارے میں کوئی زبانی تصدیق نہیں ہے جو اس نے مئی میں یا ٹیلی فون پر یا 18 جولائی کی صبح اپیل گزار کو پہنچایا تھا۔

نیچے کی عدالتوں نے باسو کے بیانات کی تصدیق ان حالات سے کی ہے کہ دسمبر 1950 میں رقم کے مطالبے کا ذکر جون 1951 میں مسٹر کے این مکھرجی کے سامنے کیا گیا تھا، کہ یہ جال اس وقت بچھایا گیا ہوگا جب باسو کو یقین تھا کہ اپیل کنندہ مقررہ وقت پر دھنباد میں پیش ہوگا اور دھنباد ریلوے اسٹیشن پر اپیل کنندہ کی موجودگی حادثاتی نہیں ہوسکتی تھی بلکہ یہ پچھلے انتظامات کا نتیجہ ہونا چاہیے تھا۔اس استدلال میں کوئی کمزوری نہیں پائی جاسکتی۔اپیل کنندہ نے اس دن ریلوے اسٹیشن پر اپنی موجودگی کی وضاحت دی۔اسے درج ذیل عدالتوں نے قبول نہیں کیا ہے۔درحقیقت، اپیل کنندہ کے معروف وکیل نے اپیل کی دوسری سماعت میں، اس عدالت کے ریمانڈ پر، اس پر غور کرنے کے لیے دباؤ نہیں ڈالا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جال کا انتظام اس وقت کیا گیا ہوگا جب اس بات کا عملی یقین تھا کہ اپیل کنندہ دھنباد ریلوے اسٹیشن پر آئے گا۔باسو سے توقع نہیں کی جاتی ہے کہ وہ جون کے مہینے میں جھوٹا ذکر کریں کہ اپیل کنندہ نے دسمبر 1950 میں 10,000 روپے کا مطالبہ کیا تھا۔عام طور پر، اتنے طویل عرصے کے بعد اس طرح کے مطالبے کی شکایت کرنے کی توقع نہیں کی جاتی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ وقت کا وقفہ ممکنہ طور پر اس امید کی وجہ سے تھا کہ معاملات سیدھے ہوسکتے ہیں یا باسو کے زیر التواء بلوں کو منظور کرنے کے لیے رشوت کے طور پر کم رقم قابل قبول ہوسکتی ہے۔لفافے کو اپیل کنندہ کے پاس منتقل کرنے کے وقت باسو کے بیان کی تصدیق کرنے کے لیے جال کے گواہوں کو خارج کرنا، لفافے کے اپیل کنندہ کی تشکیل میں جس میں روپے تھے۔000 ,10، واقعی حیرت کی بات ہے جب پارٹی چار افراد پر مشتمل تھی جو اپیل کنندہ کے رشوت قبول کرنے کے گواہ بننے کے مقصد سے وہاں گئے تھے اور اس لیے جن سے اپیل کنندہ اور باسو کے درمیان کیا ہوا یہ سننے کے لیے چوکس رہنے کی توقع کی جاسکتی تھی۔یہاں سوال یہ ہے: اپیل کنندہ کو لفافے میں کیا ہونے کی توقع تھی؟ باسو کے لیے یہ کوئی موقع نہیں تھا کہ وہ ذاتی طور پر معاہدے کے کاروبار سے متعلق کوئی بل یا کاغذات پیش کریں۔اس طرح کے کاغذات باقاعدہ کاروبار کے دوران اپیل کنندہ کے دفتر بھیجے جاسکتے تھے۔ایسا لگتا ہے کہ اپیل کنندہ نے باسو سے سوال نہیں کیا کہ لفافے میں کیا ہے، جیسا کہ وہ کرتا، اگر اسے یقینی طور پر معلوم نہ ہوتا کہ اس میں کیا ہے۔اپیل کنندہ کا یہ بیان کہ وہ لفافے کو بلوں وغیرہ پر مشتمل سمجھتا ہے، اس کے لفافے کو اپنی جیب میں ڈالنے سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔لفافے کے موٹے ہونے کی توقع ہے کیونکہ اس میں 100 روپے کے 100 کرنسی نوٹ تھے۔کاروباری کاغذات پر مشتمل لفافے کو پتلون کی جیب میں رکھنے کی توقع نہیں کی جاتی ہے۔عام طور پر کوئی اسے ہاتھ میں رکھتا ہے، یا کوٹ یا جھاڑی کی قمیض کی کسی ایک جیب میں رکھ سکتا ہے۔جب یہ مانا جاتا ہے کہ اپیل کنندہ انتظام کے

ذ ریعے دھنباد ریل وے اسٹیشن گیا ہوگا، تو یہ ایک متنازعہ نقطہ بن جاتا ہے، اس انتظام کا مقصد کیا تھا۔ یقینی طور پر، یہ اپچ ایس نہیں ہوسکا۔ یہ محض کچھ نوٹوں اور کاغذات کی فراہمی تھی۔ جیسا کہ پہلے ہی ذکر کیا گیا ہے، اسے ڈاک کے ذریعے یا کانجی لال یا کسی دوسرے پیغام رساں کے ذریعے سندری بھیجا جا سکتا تھا۔ دھنباد ریلوے اسٹیشن پر ہونے والی میٹنگ کا مقصد ضرور مختلف رہا ہوگا۔ اپیل کنندہ کسی ایسے مقصد کا ذکر کرنے میں ناکام رہا ہے جسے درست تسلیم کیا جا سکے۔

یہ سچ ہے کہ اپیل گزار سے ۲ خاص طور پر پوچھ گچھ نہیں کی گئی تھی، جب دفعہ 342، فوجداری ضابطہ اخلاق کے تحت کلکتہ میں اس کے 10,000 روپے کے مطالبے، مئی اور جولائی میں کانجی لال کے اس سے ملنے اور اس کی ٹیلی فونک کال اور انتظام اور باسل کے بیان کے بارے میں تفتیش کی گئی تھی جب لفافے کو اس پر تجزیہ کیا گیا تھا۔ لیکن ہماری رائے ہے کہ اس غلطی سے انصاف کی ناکامی نہیں ہوئی ہے۔ اپیل کنندہ پوری طرح سے جانتا تھا کہ گواہوں نے کیا بیان دیا تھا اور اس کے خلاف کیا مقدمہ تھا۔ انہوں نے اس مرکزی الزام کی درستگی کی تردید کی کہ انہیں 10,000 روپے رشوت کے طور پر ملے تھے۔

اس لیے ہماری رائے ہے کہ اپیل کنندہ کو معلوم تھا کہ جب اس نے باسو سے لفافہ لیا تھا کہ اسے رشوت کے طور پر 10,000 روپے مل رہے ہیں، جس رقم کا اس نے مطالبہ کیا تھا، اور اس لیے اپیل کنندہ کی سزا درست ہے۔ اس لیے اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Sheikh Javiad Alam
2024.05.09 16:07
I am the author of this
document